33

قرآن کریم کے ترجمہ کا عظیم الشان کام مکمل ہو گیا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے بیماری کے باوجود تھوڑے سے عرصہ میں ہی مجھے یہ اہم کام سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی

(فرمودہ 24 اگست 1956ء بمقام جابہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے قرآن کریم کی ان آیات کی تلاوت فرمائی:

''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ''۔ 1

اس کے بعد فرمایا:

''سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جابہ کے قیام کی بڑی وجہ یہ تھی کہ قرآن شریف کا ترجمہ کرنے کی مجھے توفیق مل جائے۔ سو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج ہم

اٹھائیسویں پارے کے آخر میں ہیں۔☆ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض نوٹوں اور بعض حوالوں کے لیے ابھی اَور بھی کچھ وقت لگے گا۔ مگر تین چار مہینے کے اندراندر سارے قرآن شریف کا ترجمہ ہونا الٰہی مدد کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

مجھے یاد ہے جب 1905ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام دہلی گئے تو خواجہ کمال الدین صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب، ڈپٹی نذیر احمد صاحب مترجم قرآن کو بھی ملنے گئے۔ انہوں نے آ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سنایا کہ ڈپٹی صاحب نے اپنے اردگرد کاغذوں کا ایک بڑا ڈھیر لگا رکھا تھا۔ ایک مولوی بھی انہوں نے ملازم رکھا ہوا تھا اور خود بھی انہیں عربی زبان سے کچھ واقفیت تھی۔ پھر وہ کہنے لگے میں نے بڑی کتابیں لکھی ہیں مگر ساری کتابیں ملا کر بھی مجھے اتنی مشکل پیش نہیں آئی جتنی مشکل مجھے قرآن کریم کے ترجمہ میں پیش آئی ہے۔ چنانچہ دیکھیے میں نے ردّی کاغذوں کا ڈھیر لگا رکھا ہے۔ لکھتا ہوں اور پھاڑتا ہوں، لکھتا ہوں اور پھاڑتا ہوں۔ چنانچہ سات سال انہیں اِس ترجمہ کے مکمل کرنے میں لگے۔ مگر میں نے یہ ترجمہ خداتعالیٰ کے فضل سے بہت تھوڑے عرصہ میں کر لیا۔ پہلے آٹھ پاروں یعنی سورۃ انعام کے آخر تک کا ترجمہ پہلے ہو چکا تھا اور سورۃ یونس سے کہف تک کا ترجمہ 1939,40ء میں ہوا اور آخری پارے کا ترجمہ پچھلے آٹھ دس سالوں میں ہوتا رہا۔ پہلے آٹھ سیپاروں میں سے سورۃ مائدہ کی چند آیتیں جو قرآن کریم کی مشکل ترین آیات میں سے ہیں اور اِسی طرح سورۃ انعام کی چند آیتیں رہتی تھیں۔ اِسی طرح سورۃ اعراف، انفال اور سورۃ توبہ کا ترجمہ اور آخری چودہ پارے باقی تھے۔ گویا قریباً سترہ پاروں کا ترجمہ ابھی رہتا تھا۔

ہم 23/اپریل کو ربوہ سے مری گئے تھے۔ پہلے آخری پارہ کی چند سورتیں باقی تھیں ان کی ہم تفسیر کرتے رہے۔ اس کے بعد ترجمہ کا کام جون میں شروع ہوا اور اب اگست کا آخر ہے۔ بیچ میں دس دن بخار بھی چڑھتا رہا اور قریباً دس دن مری سے جابہ اور پھر جابہ سے مری اور پھر مری سے ربوہ اور ربوہ سے مری آنے جانے میں لگے اور اِس طرح دو مہینے اور کچھ دن رہ جاتے ہیں جن میں سارے قرآن کریم کے ترجمہ کا کام خداتعالیٰ کے فضل سے

☆ چنانچہ 25/اگست کی شام تک خداتعالیٰ کے فضل سے قرآن شریف کا سارا ترجمہ ختم ہو گیا ہے۔

ختم ہو گیا۔ اس ترجمہ کے متعلق لوگوں کی رائے کا تو اُس وقت پتا لگے گا جب یہ ترجمہ چھپے گا لیکن میری رائے یہ ہے کہ اِس وقت تک قرآن کریم کے جتنے ترجمے ہو چکے ہیں ان میں سے کسی ترجمہ میں بھی اردو محاورے اور عربی محاورے کا اتنا خیال نہیں رکھا گیا جتنا اس میں رکھا گیا ہے۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اُس نے اتنے تھوڑے سے عرصہ میں ایسا عظیم الشان کام سرانجام دینے کی مجھے توفیق عطا فرما دی ورنہ مجھ پر وہ زمانہ گزر رہا تھا جب بعض نوجوانوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ خلیفہ اب بڈھا ہو گیا ہے اور وہ معزول کیے جانے کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بڈھے اور کمزور انسان سے وہ عظیم الشان کام کروا لیا جو بڑے بڑے طاقتور بھی نہ کر سکے۔ گزشتہ تیرہ سَو سال میں بڑے بڑے قوی نوجوان گزرے ہیں مگر جو کام اللہ تعالیٰ نے مجھے سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی ہے اِس کی اُن میں سے کسی کو بھی توفیق نہیں ملی۔ درحقیقت یہ کام خدا کا ہے اور وہ جس سے چاہتا ہے کروا لیتا ہے۔ چنانچہ اُس نے یہ کام اُس شخص سے کروا لیا جس کے متعلق جماعت میں سے بعض منافقین نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ اب یہ ضعیف اور بڈھا ہے اسے کام سے الگ کر کے بٹھا دینا چاہیے یا اسے دو نائب دے دینے چاہییں، خود یہ کام کرنے کے قابل نہیں۔ یہ دوسری توجیہہ امریکہ سے آئی ہے۔ چنانچہ وہاں سے رپورٹ پہنچی ہے کہ جب عبدالمنان سے کہا گیا کہ تمہارے بھائی نے یہ الفاظ کہے ہیں تو اُس نے کہا کہ میرے بھائی کا تو یہ مطلب تھا کہ چونکہ خلیفۂ وقت کمزور اور بوڑھے ہو چکے ہیں اس لیے اب انہیں دو مددگار دے دینے چاہییں۔ وہ لکھتے ہیں کہ عبدالمنان ہمارے پاس جتنی دیر بیٹھا رہا یہی بحث کرتا رہا اور عبدالوہاب سے الزام دور کرنے کی کوشش میں نئی نئی تشریحیں کرتا رہا۔ وہ خط اِس وقت میرے سامنے نہیں مگر اُس کا مفہوم یہی تھا۔ جب وہ چھپ جائے گا تو دوسرے لوگ بھی اسے پڑھ لیں گے۔

یہ آیتیں جو میں نے ابھی پڑھی ہیں ان میں اللہ ہمیں ایک زبردست نصیحت کرتا ہے۔ فرماتا ہے یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ اے مومنو! دنیا میں انسان کو مختلف مقابلے پیش آتے رہتے ہیں

کوئی مقابلہ بڑا ہوتا ہے اور کوئی چھوٹا ہوتا ہے، کسی مقابلہ کے وقت انسان قائم رہتا ہے اور کسی مقابلہ کے وقت پہلے ہی اپنا دل چھوڑ بیٹھتا ہے۔ مگر مومن کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب وہ کسی جنگ میں جاتا ہے خواہ وہ ظاہری جنگ ہو یا علوم کی جنگ ہو تو محض خدا کے لیے جاتا ہے۔ اور جب وہ خدا کے لیے جاتا ہے تو اپنا دل چھوڑتا نہیں بلکہ دشمن کے مقابلہ میں پوری مضبوطی سے قائم رہتا ہے۔ چونکہ تمہارا طریق یہ ہے کہ تم بحث بھی خدا کے لیے کرتے ہو اور دلیل بازی بھی خدا کے لیے کرتے ہو، تبلیغ بھی خدا کے لیے کرتے ہو اس لیے تم مضبوطی سے اپنی جگہ پر قائم رہا کرو۔ اور یاد رکھو کہ اگر تم خدا کے لیے اس تکلیف کو برداشت کرو گے تو خدا یہ کب برداشت کر سکتا ہے کہ تم اُس کی طرف سے بحث کرتے جاؤ اور وہ تمہیں ہرا دے۔

آجکل ہماری جماعت میں منافقین کا جو فتنہ اُٹھا ہوا ہے یہ نصیحت اس پر بھی چسپاں ہوتی ہے اور ہر مومن کا فرض ہے کہ وہ خداتعالیٰ کے اس حکم کو اپنے سامنے رکھے کہ فَاثْبُتُوْا یعنی اے مومنو! جب تم دشمن کے مقابلہ میں کھڑے ہو تو ثابت قدم رہو ڈگمگاؤ نہیں۔ اس لیے کہ مومن کہتے ہی اُسے ہیں جس نے دلیل سے مانا ہو۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرماتا ہے کہ تُو لوگوں سے کہہ دے کہ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ۔[2] میں نے اور میرے متبعین نے جن باتوں کو مانا ہے انہیں دلیل سے مانا ہے اور جس نے کسی بات کو دلیل سے مانا ہو اُسے کون ورغلا سکتا ہے۔ مثلاً ایک اندھا سورج کو اس لیے مانتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ سورج موجود ہے یا وہ سورج کو اس لیے مانتا ہے کہ اُسے دھوپ محسوس ہوتی ہے اور اسے خیال آتا ہے کہ کوئی سورج بھی ہوگا۔ لیکن بینا اس لیے مانتا ہے کہ اُس نے خود سورج کو دیکھا ہے۔ اب خواہ کوئی کتنی بھی دلیلیں دے کہ سورج کوئی نہیں کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی آنکھوں والا شخص سورج کا انکار کر دے؟

ہمارے منشی اروڑے خاں صاحب جو کپورتھلہ کے رہنے والے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہایت پرانے مخلصوں اور آپؑ کے عاشقوں میں سے تھے۔ انہوں نے مجھے خود سنایا کہ ایک دفعہ ہمارے علاقہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب آ گئے۔ میرے بعض دوست

میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ آجکل بڑا عمدہ موقع ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب آئے ہوئے ہیں آپ بھی چلیں اور اُن کی کچھ باتیں سن لیں۔ وہ کہنے لگے میں نے پہلے تو انکار کیا مگر وہ اصرار کرتے چلے گئے اور آخر ان کے اصرار پر میں مولوی صاحب کے پاس چلا گیا۔ مولوی صاحب آدھ گھنٹہ تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف دلیلیں دیتے رہے۔ جب وہ خاموش ہوئے تو میں نے کہا مولوی صاحب! آپ بیکار گلا پھاڑ رہے ہیں۔ آپ دلیلیں دے رہے ہیں اور میں نے مرزا صاحب کا منہ دیکھا ہوا ہے۔ اُن کا منہ دیکھنے کے بعد میں اُن کو جھوٹا کہہ ہی نہیں سکتا۔ آپ خواہ رات اور دن دلیلیں دیتے رہیں آپ کی ان دلیلوں کا اثر مجھ پر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آپ کی باتیں سب سنی سنائی ہیں اور میری دیکھی ہوئی ہیں۔ میں نے جس شخص کے متعلق تجربہ کر لیا ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا اگر اس کے متعلق آپ لاکھ دلیلیں بھی دیں گے تو میں آپ کو ہی جھوٹا کہوں گا انہیں جھوٹا نہیں کہہ سکتا۔ یہی بات اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمائی ہے کہ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا اے مومنو! جب دشمن سے تمہارا مقابلہ ہو تو اگر تم نے دلیل سے مانا ہے تو تمہارے لیے گھبرانے کی کونسی بات ہے۔

میں نے دیکھا ہے کئی لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر خواب دیکھ کر ایمان لائے تھے۔ اب اگر کوئی شخص کسی مولوی کی تقریر سن کر آپ کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ خود اپنے عمل سے اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ وہ شیطان کا چیلا تھا جس نے اسے غلط راستہ پر چلا دیا۔ اِسی طرح ہماری جماعت میں ہزاروں لوگ ایسے ہیں جو خوابیں دیکھ کر میری بیعت میں شامل ہوئے۔ اب اگر کوئی شخص کسی نالائق بھکاری اور فقیر کی باتیں سن کر دھوکا میں آجاتا ہے یا اس لیے دھوکا میں آجاتا ہے کہ خلیفہ اول کا بیٹا ایسا کہہ رہا ہے تو ہر انسان اسے کہے گا کہ اے بیوقوف! کیا تجھے خدا نے نہیں کہا تھا کہ یہ شخص سچا ہے؟ اے بیوقوف! اگر صداقت وہی ہے جس کا تُو اب اظہار کر رہا ہے تو تُو نے اپنی خواب کیوں شائع کرائی تھی؟ اے کذّاب! جب تُو نے مجھے یا الفضل والوں کو خواب بھجوائی تھی تو صرف اس لیے بھجوائی تھی کہ تجھے یقین تھا کہ یہ خواب تجھے خدا نے دکھلائی ہے۔ اے کذّاب! اب تُو اپنے خدا کو جھوٹا کہتا ہے

اور خلیفہ اول کی اولاد کو سچا سمجھتا ہے۔ خلیفہ اول تو خود خدا کے غلام تھے۔ تجھے شرم نہیں آتی کہ تُو خدا کے مقابلہ میں کس کو پیش کر رہا ہے۔ خدا کے مقابلہ میں تو مرزا صاحب کی بھی کوئی حیثیت نہیں، خدا کے مقابلہ میں تو نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسٰیؑ کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔ اگر وہ خواب خدا کی طرف سے تھی تو اے نالائق! تُو اب اسے ردّ کیوں کرنے لگا ہے اور کیوں اپنے خدا کے حکم کی خلاف ورزی کرنے لگا ہے؟

مجھے خوب یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جماعت میں تین قسم کے آدمی پائے جاتے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جنہوں نے مولوی صاحب (یعنی حضرت خلیفہ اول) کی وجہ سے مجھے مانا ہے وہ مولوی صاحب سے عقیدت رکھا کرتے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ مولوی صاحب احمدی ہو گئے ہیں تو وہ بھی احمدی ہو گئے اور انہوں نے بیعت کر لی۔ اور ایک وہ طبقہ ہے جو تعلیم یافتہ ہے۔ اس نے جب دیکھا کہ ایک منظّم جماعت موجود ہے تو اس نے کہا آؤ! ہم بھی اس جماعت میں داخل ہو جائیں تا کہ ان کی وجہ سے سکول اور کالج کھولے جائیں۔ اور تیسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے دلائل اور نشانات کو دیکھ کر میری صداقت کو تسلیم کیا ہے۔ میں صرف ان لوگوں پر اعتبار کرتا ہوں جو میرے الہامات اور نشانات کو دیکھ کر مجھ پر ایمان لائے ہیں۔ جنہوں نے مولوی صاحب کی وجہ سے مجھے مانا ہے وہ اگر مولوی صاحب کی کوئی ایسی بات دیکھیں گے جو انہیں ناپسند ہو گی تو ہوسکتا ہے کہ وہ مرتد ہو جائیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو اس لیے ہماری جماعت میں داخل ہوئے ہیں کہ یہ ایک منظّم جماعت ہے، ہم مل کر سکول اور کالج کھولیں گے وہ جس دن یہ دیکھیں گے کہ میرے سچے متبع کسی حکمت کے ماتحت سکولوں اور کالجوں پر کسی اَور چیز کو ترجیح دے رہے ہیں تو ہوسکتا ہے کہ وہ مرتد ہو جائیں۔ میں صرف اُن کو ترجیح دیتا ہوں جو خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے میرے دلائل اور نشانات کو دیکھ کر مجھ پر ایمان لائے ہیں۔ جو لوگ مولوی صاحب کی وجہ سے ایمان لائے ہیں اُن کا ایمان مولوی صاحب پر ہے مجھ پر نہیں۔ جو لوگ ایک تنظیم اور جتھا بندی کو دیکھ کر جماعت میں داخل ہوئے ہیں اُن کا ایمان بھی واسطے کا ایمان ہے اور مجھے واسطے کے ایمان کی ضرورت نہیں۔ میں ایسے لوگوں کو اپنی جماعت میں نہیں سمجھتا۔

میری جماعت میں سچے طور پر وہی لوگ داخل ہیں جنہوں نے خدا کے نشانوں کی وجہ سے اور اُس کی رضا کے لیے مجھے قبول کیا ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ اِس وقت تک جن لوگوں نے اس فتنہ میں حصہ لیا ہے وہ نہایت ہی ذلیل اور گھٹیا قسم کے ہیں۔ ایک بھی ایسی مثال نہیں پائی جاتی کہ جماعت کے صاحبِ علم اور تقوٰی اور صاحبِ کشوف لوگوں میں سے کوئی شخص فتنہ میں مبتلا ہوا ہو۔ سارے کے سارے خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے پاؤں پر کھڑے رہے ہیں۔ صرف بعض ادنیٰ قسم کے لوگ تھے جنہوں نے کہا کہ خلیفہ اول کی اولاد ایسا کہہ رہی ہے ہم کیا کریں؟ میں ایسے لوگوں سے کہتا ہوں کہ بیالیس سال تک جو تم نے میری بیعت کی تھی تو کیا تم نے مجھے حضرت خلیفہ اول کی اولاد کی وجہ سے مانا تھا یا اُن دلائل اور بیّنات کی وجہ سے مانا تھا جو قرآن اور حدیث سے ظاہر ہوئے تھے؟ اور پھر یہ بھی حساب لگا لو کہ بیالیس سال پہلے حضرت خلیفہ اول کی اولاد کی عمریں کیا تھیں؟ کوئی آٹھ سال کا تھا، کوئی چھ سال کا اور کوئی چار سال کا۔ جس عمر میں وہ کپڑے بھی نہیں بدل سکتے تھے کُجا یہ کہ دین کے متعلق فیصلہ کریں؟ تم نے مجھے مانا تھا تو اُن دلائل کی وجہ سے مانا تھا جو قرآن اور حدیث سے ظاہر ہوتے تھے۔ پس اب کسی اَور بناء پر شبہ میں مبتلا ہونا اپنی حماقت یا بے ایمانی کا ثبوت بہم پہنچانا ہے۔ ایسے شخص کے متعلق ممکن ہے کہ آج سے پچاس سال بعد کسی احراری کے کہنے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دینے لگ جائے۔ اُس وقت اُس کی اولاد یہی کہے گی کہ پچاس سال پہلے جن بیّنات سے مرزا صاحب کی صداقت ثابت ہوتی تھی آج بھی وہ قائم ہیں اور آج بھی اُنہی سے مرزا صاحب کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ نہ ان دلائل کو کوئی احراری پہلے ردّ کر سکا تھا اور نہ اب ردّ کر سکتا ہے۔ اخلاص اور ایمان تو وہ ہے جس کا اظہار ایک فوجی افسر نے کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ آپ خوامخواہ اِس فتنہ سے گھبرا رہے ہیں میری تو یہ حالت ہے کہ اگر خلیفہ اول کی ساری اولاد اور سارے پیغامی مجھے سجدہ بھی کریں تو میں ان کی طرف دیکھوں بھی نہیں۔ آپ ان کے کسی ایک بیٹے یا اس کے کسی بھکاری اور فقیر ساتھی کا نام لے رہے ہیں۔ میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ اگر خلیفہ اول کی ساری اولاد اور سارے پیغامی مجھے سجدہ کریں اور مجھے اپنے عقیدہ سے پھرانا چاہیں تو میں ان کی طرف منہ

بھی نہ کروں۔ حقیقتاً یہی سچا ایمان ہے۔ جس شخص کو یہ خیال ہے کہ اگر خلیفہ اول کے ایک بیٹے کے ساتھ دوسرا بیٹا ملا اور دوسرے کے ساتھ تیسرا ملا تو اُس کا ایمان ڈانواں ڈول ہو جائے گا۔ اُسے کبھی بھی ایمان نصیب نہیں ہوا۔ وہ کبھی بھی احمدی نہیں ہوا اور نہ اس یقین کے ساتھ آئندہ ہوگا۔ اگر وہ بیعت نہ کرتا تو اُس کی حالت آج کی حالت سے بہتر ہوتی۔ جب اُس نے ان خوابوں پر یقین نہیں کیا جو اُسے خود آئیں، جب اُس نے اُن نشانات کو نہ دیکھا جو خدا تعالیٰ نے میری صداقت کے لیے اُس کے سامنے ظاہر کیے، جب اُس نے اُن الہاموں سے فائدہ نہ اُٹھایا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو میرے متعلق ہوئے، جب اُس نے قرآن اور حدیث کے ان دلائل کو ردّ کر دیا جن سے میری صداقت ظاہر ہوتی تھی تو ایسا نالائق جو اتنی باتوں کو ردّ کر رہا ہے اُس کا ٹھکانا سوائے جہنم کے اَور کیا ہوسکتا ہے۔

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک دفعہ ایک زمیندار جو مولوی طرز کا تھا آ کر بیٹھ گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہنے لگا کہ میں آپ کی صداقت کا کوئی نشان دیکھنے آیا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُس کی یہ بات سن کر ہنس پڑے اور فرمایا خدا تعالیٰ نے میری صداقت کے لیے ہزاروں ہزار نشانات نازل کیے ہیں۔ تریاق القلوب اور نزول المسیح کو پڑھو ان میں بیسیوں نشانات کا ذکر موجود ہے۔ اِسی طرح اَور کتابیں پڑھو۔ اگر اتنے نشانوں سے تم نے فائدہ نہیں اُٹھایا تو جو شخص سَو نشانوں کو ردّ کرسکتا ہے اُسے اگر ایک اَور نشان دکھا دیا جائے تو وہ اُس کا بھی انکار کرسکتا ہے۔ آخر خدا مداری تو نہیں کہ جب کوئی شخص نشان دیکھنا چاہے اُسی وقت وہ نشان ظاہر کر دے۔ جب وہ سَو نشان دکھا چکا ہے تو تم اُن سَو نشانوں سے فائدہ اُٹھاؤ۔ ایک سَو ایک نشان دیکھنے کا تم کیوں مطالبہ کرتے ہو؟ اور اگر تم سَو نشانوں کی قدر نہیں کرتے اور یہی مطالبہ کرتے جاتے ہو کہ ایک اَور نشان دکھاؤ تو خدا کہے گا کہ جب تم نے میرے سَو نشانوں کو جُوتی ماری ہے تو اب میں تمہیں کوئی اَور نشان دکھانے کے لیے تیار نہیں۔ کیونکہ میرے نشانات بڑی عزت والے ہیں۔ میں بھی تمہیں دھتکار دوں گا۔

غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا

اے مومنو! اگر تم دلیل سے ایمان لائے تھے تو تمہیں کونسی چیز ہرا سکتی ہے۔ تمہارا مقابلہ کرنے کی تو دنیا میں کسی میں طاقت نہیں ہو سکتی۔ اگر دلیل کے مقابلہ میں کوئی اَور چیز تمہیں ہرا سکتی ہے تو معلوم ہوا کہ تمہارا یہ خیال کہ تم دلیل دیکھ کر ایمان لائے تھے بالکل باطل تھا۔ کیونکہ خداتعالیٰ کی طرف سے آنے والی دلیلیں آپس میں ٹکراتی نہیں۔ اگر پہلی دفعہ تم نے دلیل سے مانا تھا تو اب اگر اس دلیل کے خلاف تمہارے پاس کوئی بات بیان کی جاتی ہے تو اسے ردّ کر دو۔ میں بھی تمہیں یہی کہوں گا کہ تمہیں مجھ سے یا کسی اَور مولوی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں تم خود سوچو اور غور کرو کہ تم نے کس دلیل سے مجھے مانا تھا۔ اگر وہ کوئی پکّی دلیل تھی تو وہی دلیل اب بھی قائم ہے تمہیں اَور کسی نئی دلیل کی ضرورت نہیں۔ تم وہی دلیل ان لوگوں کے سامنے پیش کرو اور کہو کہ ہم تمہارے کہنے کی وجہ سے اس دلیل کو کس طرح ردّ کر سکتے ہیں۔

مجھے اس موقع پر تُرکوں میں سے ایک مذاقیہ عالم کا قصہ یاد آ گیا۔ وہ کسی گاؤں میں گیا تو لوگوں نے اسے مجبور کیا کہ وہ جمعہ پڑھائے۔ وہ ایسا ہی تھا جیسے ہمارے ہاں فلاسفر ہوا کرتا تھا۔ کوئی خاص علمی ذوق نہیں رکھتا تھا مگر عالموں کی مجلسوں میں آتا جاتا تھا اور اس وجہ سے بعض دفعہ عقل کی باتیں بھی کہہ دیتا تھا۔ اُسے جب لوگوں نے خطبہ کے لیے مجبور کیا تو وہ بڑا گھبرایا کہ مجھے تو کچھ بھی نہیں آتا۔ میں نے خطبہ پڑھا تو ہنسی اُڑے گی۔ اس لیے اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں خطبہ نہیں پڑھ سکتا۔ مگر لوگوں نے اصرار کیا اور کہا کہ ہم آپ سے ہی خطبہ سنیں گے۔ آخر وہ مجبور ہو گیا اور خطبہ کے لیے کھڑا ہو گیا۔ کھڑے ہو کر اس نے پہلے دائیں طرف کے لوگوں کو دیکھا اور کہا ارے لوگو! تمہیں پتا ہے کہ میں نے کیا کہنا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے بائیں طرف کے لوگوں کو دیکھا اور کہا ارے لوگو! تمہیں پتا ہے کہ میں نے کیا کہنا ہے؟ انہوں نے بھی کہا نہیں۔ وہ کہنے لگا جب تمہیں میرے عقائد کا ہی پتا نہیں اور تمہیں معلوم ہی نہیں کہ میں کیا کہا کرتا ہوں تو تمہیں کچھ کہنے کا کیا فائدہ؟ اور یہ کہہ کر وہ منبر سے نیچے اُتر آیا۔ دوسرا جمعہ آیا تو لوگوں نے کہا کہ ہم نے اس کا وعظ ضرور سننا ہے اسے پھر دوبارہ خطبہ پڑھنے پر مجبور کیا جائے۔ اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ اگر اب کی دفعہ بھی یہ وہی سوال کرے جو اس نے پچھلی دفعہ کیا تھا تو سب لوگ کہہ دیں کہ ہاں! ہمیں پتا ہے

کہ آپ نے کیا کہنا ہے۔ چنانچہ اگلے جمعہ اُسے پھر خطبہ کے لیے کھڑا کر دیا گیا۔ وہ کھڑے ہو کر اپنے دائیں طرف کے لوگوں سے کہنے لگا ارے لوگو! تمہیں پتا ہے کہ میں نے کیا کہنا ہے؟ انہوں نے کہا ''جی ہاں''۔ پھر وہ بائیں طرف کے لوگوں سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا ارے لوگو! تمہیں پتا ہے میں نے کیا کہنا ہے؟ انہوں نے کہا ''جی ہاں''۔ وہ کہنے لگا جب تمہیں پہلے ہی پتا ہے تو تمہیں سنانے کی کیا ضرورت ہے۔ محض وقت ضائع کرنے والی بات ہے اور یہ کہہ کر وہ منبر سے نیچے اُتر آیا۔ لوگوں نے پھر آپس میں مشورہ کیا کہ کوئی اَور تدبیر سوچو۔ آخر ایک عقلمند نے کہا کہ اب کی دفعہ ایک فریق کہہ دے ہاں اور دوسرا فریق کہہ دے نہیں۔ چنانچہ اگلے جمعہ وہ پھر کھڑا ہوا اور اپنے دائیں طرف کے لوگوں سے کہنے لگا ارے لوگو! تمہیں پتا ہے کہ میں نے کیا کہنا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر وہ بائیں طرف کے لوگوں سے کہنے لگا ارے لوگو! تمہیں پتا ہے کہ میں نے کیا کہنا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ وہ کہنے لگا بس بات آسان ہو گئی۔ جنہوں نے ہاں کہا ہے وہ نہ کہنے والوں کو سمجھا دیں۔

اِسی طرح میں بھی تم لوگوں سے کہتا ہوں کہ اے لوگو! تم نے مجھے کس دلیل سے مانا تھا؟ اگر کسی دلیل کے بغیر تم نے مجھے مان لیا تھا تو چونکہ خلافت ایک مذہبی چیز ہے اس لیے جب دلیل کے بغیر تم نے مجھے مانا تھا تو تم کافر ہو گئے تھے۔ لیکن اگر تم نے کسی دلیل سے مجھے مانا تھا تو تم گھبراتے کیوں ہو؟ وہی دلیل ان لوگوں کے سامنے پیش کر دو۔ یہی قرآن کریم نصیحت کرتا ہے اور فرماتا ہے فَاثْبُتُوْا اگر دلیل سے تم نے مانا تھا تو تم ہلتے کیوں ہو؟ مضبوطی سے قائم رہو مگر فرماتا ہے بیشک دلائل سے کسی صداقت پر قائم رہنا بھی بڑی اچھی بات ہے مگر ہم تمہیں یہ بھی نصیحت کرتے ہیں کہ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تمہاری دلیلیں بیشک مضبوط سہی مگر اگلے آدمی کو منوانا اور اُسے قائل کر دینا تمہاری طاقت میں نہیں۔ یہ کام خدا ہی کر سکتا ہے۔ اس لیے جب دشمن کے مقابلہ میں جاؤ تو دعائیں کرتے رہو اور دل میں استغفار پڑھتے جاؤ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق حدیثوں میں آتا ہے کہ آپ جب مجلسوں میں بیٹھتے تھے تو ستّر ستّر دفعہ استغفار کرتے تھے۔3 اِس کے یہ معنے نہیں کہ آپ اپنے لیے استغفار کرتے تھے بلکہ مجلس میں بیٹھنے والوں کے لیے

استغفار کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم دلیل دو تو یہ نہ سمجھو کہ دلیل بڑی مضبوط ہے اس کا دوسرے پر ضرور اثر ہوگا۔ دلیل کا اثر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اس لیے صرف دلائل پر انحصار نہ رکھو بلکہ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہو کہ خدایا! تُو اپنی رحمت اور برکت سے صرف ہمیں ہی حصہ نہ دے بلکہ ہمارے دلوں میں وہ بات ڈال جس سے دوسرا شخص بھی ایمان پر قائم ہو جائے۔ اگر تم ایسا کرو گے یعنی اِدھر سچائی پر قائم رہو گے اور اُدھر اللہ تعالیٰ کو بھی یاد کرتے رہو گے اور اُس سے دعائیں کرنا اپنا معمول بنا لو گے تو یقیناً تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ لَعَلَّ کے معنے عام طور پر شاید کے ہوتے ہیں لیکن لغت میں لکھا ہے کہ جب لَعَلَّ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو اس کے معنے یقینی اور قطعی چیز کے ہوتے ہیں۔4 پس لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ کے یہ معنے ہیں کہ اگر تم ایسا کرو گے تو یقیناً کامیاب ہو جاؤ گے۔ پس ایک طرف تو شک کو اپنے پاس نہ آنے دو اور دوسری طرف ذکرِ الٰہی اور دعاؤں پر زور دو۔

اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم نے آج سے دس یا بیس یا تیس سال پہلے بغیر کسی دلیل کے آپ کی بات مان لی تھی تو تم کافر تھے مومن نہیں تھے اور اگر تم نے دلیل سے مانا تھا تو دلیلیں باطل نہیں ہوتیں۔ قرآن کریم میں باربار اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ موسیٰ کے زمانہ میں یہ بات ہوئی تھی۔ اب محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اُسی دلیل سے کیوں ثابت نہیں ہوسکتی۔ اگر ایک دلیل سے نوحؑ کی سچائی ثابت ہوتی ہے تو اُس دلیل سے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی سچائی بھی ثابت ہوسکتی ہے اور قیامت تک ان کی سچائی ثابت ہوتی چلی جائے گی۔ اِسی طرح اگر میری خلافت کسی دلیل سے آج سے چالیس سال پہلے ثابت تھی تو وہ اُسی دلیل سے قیامت تک بھی ثابت رہے گی کیونکہ دلیلیں نہیں بدلا کرتیں مادی سامان بدلا کرتے ہیں۔ مثلاً یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی دلیل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آج سے اُنیس سَو سال پہلے نبی مانا جائے اور اُسی دلیل سے ہم انہیں جھوٹا کہنے لگ جائیں۔ جس دلیل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آج سے اُنیس سَو سال پہلے سچے ثابت ہو چکے تھے اُسی دلیل سے وہ قیامت تک سچے ثابت ہوتے چلے جائیں گے۔ یہی حال دوسرے انبیاء کا ہے۔ جن دلائل اور براہین سے اُن کی نبوت

ثابت ہو چکی ہے اُنہی دلائل اور براہین سے ان کی نبوت قیامت تک ثابت ہوتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۔5 صدق کے معنے عربی زبان میں قائم اور دائم رہنے والی چیز کے بھی ہوتے ہیں۔ پس اِس آیت کے معنے یہ ہیں کہ ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی تعریف یا ہمیشہ رہنے والا مقام ہے کوئی اسے باطل نہیں کر سکتا۔ آخر نوحؑ کو کسی نے بڑا تاجر کر کے نہیں مانا تھا، بڑا مالدار کر کے نہیں مانا تھا صرف نبی کر کے مانا تھا۔ پس جو دلیل نوحؑ کو اُس وقت سچا ثابت کرتی تھی وہ دلیل آج بھی اس کو سچا ثابت کرتی ہے اور قیامت تک اسے سچا ثابت کرتی چلی جائے گی۔ جو دلیل ابراہیمؑ کو اُس وقت سچا ثابت کرتی تھی جب وہ نبی بن کر آیا وہی دلیل آج بھی اس کو سچا ثابت کرتی ہے اور قیامت تک اسے سچا ثابت کرتی چلی جائے گی۔ جو شخص یہ کہے کہ فلاں دلیل ابراہیمؑ کے وقت میں تو اُسے سچا ثابت کرتی تھی مگر میرے زمانہ میں اُسے سچا ثابت نہیں کرتی تو تم سمجھ لو کہ ایسے انسان کو ہم کذاب اور مفتری کہنے کے سوا اَور کیا کہیں گے۔ اگر واقع میں وہ کسی دلیل سے سچا ثابت ہوتا تھا تو وہ آج بھی سچا ہے اور قیامت تک سچا ثابت رہے گا۔ پس قرآن کریم مومنوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ فَاثْبُتُوْا جب تم نے ایک صداقت کو دلیلوں سے مانا ہے تو پھر اُس پر مضبوطی سے قائم رہو۔ اور چاہے کتنا بڑا ورغلانے والا تمہارے پاس آ جائے تم سمجھ لو کہ وہ شیطان ہے۔ اور خواہ سارے جہان کے اولیاء کا جُبّہ بھی اُس نے پہن رکھا ہو اُس پر تُھوک دو اور کہو کہ تُو ہمیں ورغلانے کے لیے آیا ہے، ہم تیرے دھوکا اور فریب میں نہیں آ سکتے۔

دیکھو! بعض اَن پڑھ لوگ ہوتے ہیں مگر بڑے سمجھدار اور ہوشیار ہوتے ہیں۔ گجرات کے ضلع میں چک سکندر کے قریب بھاؤ گھسیٹ پور ایک گاؤں ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں چند نہایت ہی مخلص بھائی رہا کرتے تھے۔ میں اُس وقت چھوٹا تھا مگر مجھے خوب یاد ہے کہ وہ بڑے شوق سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں آ کر بیٹھا کرتے تھے اور بڑے محظوظ ہوا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک سالے تھے جن کا نام علی شیر تھا۔ چونکہ خدائی منشا اور اُس کے احکام کے ماتحت آپ

نے حضرت اماں جان سے شادی کر لی تھی اس لیے آپ کی پہلی بیوی کے رشتہ دار آپ سے مخالفت رکھنے لگ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی بیوی ایک بہت ہی نیک عورت تھیں۔ میں نے دیکھا ہے وہ ہم سے اتنی محبت کرتی تھیں کہ کہنے کو تو لوگ کہتے ہیں کہ ''ماں سے زیادہ چاہے پھاپا کٹنی کہلائے'' مگر واقع یہ ہے کہ ہم بچپن میں یہی سمجھتے تھے کہ وہ ہم سے ماں سے بھی زیادہ پیار کرتی ہیں۔ ہماری بڑی بہن عصمت جب فوت ہوئیں تو اُن دنوں چونکہ محمدی بیگم کی پیشگوئی پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رشتہ داروں نے ایک مخالفانہ اشتہار شائع کیا تھا اس لیے ہمارے اور اُن کے گھر کے درمیان کا جو دروازہ تھا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بند کروا دیا تھا۔ حضرت اماں جان نے سنایا کہ جب عصمت بیمار ہوئی اور اُس کی حالت نازک ہوگئی تو جس طرح ذبح ہوتے وقت مرغی تڑپتی ہے وہ تڑپتی اور بار بار کہتی کہ میری اماں کو بُلا دو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بلوایا۔ جب وہ آئیں اور انہوں نے عصمت کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا تو اُسے آرام اور سکون حاصل ہوا اور تب اُس کی جان نکلی۔ غرض وہ بہت ہی نیک عورت تھیں اور اُن کو اپنی سوکن کے بچوں سے بہت زیادہ محبت تھی۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی وہ بڑی محبت رکھتیں اور آپ کی بڑی قدر کرتی تھیں اور آپ کے متعلق کسی سے وہ کوئی بُری بات نہیں کہتی تھیں۔ مگر اُن کے بھائی بڑے متعصب تھے اور وہ آنے والے احمدیوں کو ورغلاتے رہتے تھے اور کہتے تھے میں تو اس کا بھائی اور رشتہ دار ہوں میں جانتا ہوں کہ اس نے صرف ایک دکان کھول رکھی ہے اور کچھ نہیں۔ اور کئی کمزور لوگوں کو دھوکا لگ جاتا کہ جب بھائی یہ بات کہہ رہا ہے تو ٹھیک ہی ہوگی۔

ایک دفعہ تحصیل کھاریاں کے یہی پانچوں بھائی قادیان آئے۔ اُس وقت تک ابھی مقبرہ بہشتی نہیں بنا تھا۔ یہ اس سے بہت پہلے کی بات ہے۔ اُس زمانہ میں جو لوگ قادیان آیا کرتے تھے انہوں نے متبرک مقامات کی زیارت کے لیے یا تو مسجد مبارک میں چلے جانا یا حضرت خلیفہ اول کی مجلس میں چلے جانا اور یا پھر ہمارے دادا کے باغ میں چلے جانا۔ وہ سمجھتے تھے کہ چونکہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد کا باغ ہے اس لیے یہ بھی متبرک جگہ ہے۔

اس باغ کے رستہ میں وہ جگہ تھی جہاں محلّہ دارالضعفاء بنا تھا۔ اس محلّہ کے بننے سے پہلے یہ زمین علی شیر صاحب کے پاس تھی اور وہ اس میں شوق سے باغیچہ لگایا کرتے تھے۔ ایک لمبی سی سیخ انہوں نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہوئی ہوتی تھی۔ داڑھی بھی بڑی لمبی تھی مگر سلسلہ کے سخت دشمن تھے اور ہمیشہ اس تاڑ میں رہتے تھے کہ کوئی احمدی ملے تو اُسے ورغلاؤں۔ ایک دفعہ یہ پانچوں بھائی قادیان آئے اور باغ دیکھنے کے لیے چل پڑے۔ ان میں سے ایک بھائی تیز قدم اُٹھاتے ہوئے سب سے آگے جا رہا تھا۔ مرزا علی شیر نے انہیں دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ باہر کے آدمی ہیں اور انہوں نے زور سے آواز دی کہ بھائی صاحب! ذرا میری بات سننا۔ اِس آواز پر وہ آ گئے۔ مرزا علی شیر نے اُن سے کہا آپ یہاں کس طرح آئے ہیں؟ انہوں نے کہا ہم نے سنا تھا کہ مرزا صاحب نے مہدی اور مسیح ہونے کا دعوٰی کیا ہے اس لیے یہاں ہم اُن کی زیارت کے لیے آئے ہیں کیونکہ ہمیں وہ اپنے دعوٰی میں سچے معلوم ہوتے ہیں۔ وہ کہنے لگا تم اُس کے دھوکے میں کس طرح آ گئے۔ تم نہیں جانتے یہ تو اس شخص نے اپنی روزی کمانے کے لیے ایک دکان کھول رکھی ہے۔ یہ میرا بھائی ہے اور میں اس کے حالات کو خوب جانتا ہوں۔ تم تو باہر کے رہنے والے ہو تمہیں اصل حالات کا کیا علم ہو سکتا ہے۔ تم اس کے دھوکے میں نہ آنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ وہ احمدی دوست مرزا علی شیر کی یہ بات سن کر بڑے شوق سے آگے بڑھے اور کہنے لگے کہ ذرا دست پنجہ تو لے لیں۔ اُس نے سمجھا کہ میری باتوں کا اس پر اثر ہو گیا ہے اور میری بزرگی کا یہ قائل ہو گیا ہے کیونکہ ان کی عادت تھی کہ وہ باتیں بھی کرتے جاتے اور ساتھ ساتھ سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ بھی کہتے جاتے۔ اُس نے بڑے شوق سے اپنا ہاتھ بڑھایا اور سمجھا کہ آج ایک اچھا شکار میرے قابو آ گیا ہے۔ انہوں نے زور سے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے باقی چاروں بھائیوں کو زور زور سے آوازیں دینی شروع کر دیں کہ جلدی آنا ایک ضروری کام ہے۔ ہمارے ماموں نے سمجھا کہ اس پر میری بات کا اثر ہو گیا ہے اور اب یہ اپنے بھائیوں کو اِس لیے بلا رہا ہے کہ انہیں بتائے کہ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے اور وہ اپنے دل میں بڑے خوش ہوئے کہ آج میرا حربہ کارگر ثابت ہوا ہے۔ مگر جب ان کے بھائی وہاں پہنچ گئے تو وہ کہنے لگے ہم قرآن اور حدیث میں پڑھا کرتے تھے کہ دنیا میں

ایک شیطان ہوا کرتا ہے مگر وہ ہمیں ملتا نہیں تھا۔ آج حُسنِ اتفاق سے وہ ہمیں مل گیا ہے اور میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ آؤ شیطان کو دیکھ لو۔ اب وہ زور سے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہے مگر وہ اس کا ہاتھ نہ چھوڑیں اور کہیں اب آپ ہاتھ چھڑا کر کہاں جانا چاہتے ہیں۔ میں تو ساری عمر اس تلاش میں رہا کہ مجھے شیطان نظر آ جائے مگر ملتا نہیں تھا۔ ہم حیران تھے اور نبیوں کے وقت میں تو شیطان ہوا کرتا تھا اب مرزا صاحب کے وقت میں وہ شیطان کہاں گیا۔ سو شکر ہے کہ آج ہم نے بھی شیطان دیکھ لیا۔ اب تو میں نے نہیں چھوڑنا۔ غرض بڑی مشکل سے اپنا ہاتھ چُھڑا کر وہاں سے بھاگا۔

پس سوال یہ ہے کہ اگر تم نے بے دلیل مانا تھا تو تم کافر ہو۔ تم اپنے ایمان کا فکر کرو اور پیشتر اِس کے کہ کوئی شیطان تمہارے پاس پہنچے تم خود اپنی موجودہ حالت سے توبہ کرو اور کہو کہ ہم نے بے ایمانی کی کہ اسے مان لیا۔ ہم نے کوئی دلیل نہیں دیکھی تھی۔ شیطان نے ہمیں ورغلا دیا اور ہم نے اس شخص کو قبول کر لیا۔ لیکن اگر واقع میں تم نے دلیل سے مانا ہے تو پھر سمجھ لو کہ جو بھی تمہارے پاس ورغلانے کے لیے آتا ہے وہ شیطان ہے۔ اور جیسے گجرات کے لوگوں نے مرزا علی شیر سے سلوک کیا تھا اُسی طرح جب بھی کوئی ایسا شخص تمہارے پاس آئے تم فوراً لَاحَـــوْل پڑھنے لگ جاؤ اور کہو کہ ہمیں مدت سے شیطان دیکھنے کا شوق تھا آج تمہیں دیکھ کر شیطان دیکھنے کی حسرت پوری ہو گئی ہے۔ چنانچہ راولپنڈی اور کوہاٹ کے بعض نوجوانوں نے لکھا ہے کہ جب اِس قسم کے بعض آدمیوں کو ہم نے دیکھا تو ہمارے دل میں اُن کے متعلق بڑی نفرت پیدا ہوئی اور ہم نے سمجھا کہ یہ شیطان ہیں جو ہمیں ورغلانا چاہتے ہیں اور ہم نے لَاحَـوْل پڑھنا شروع کر دیا۔ اور واقع میں اگر تم نے ایک صداقت کو دلیل کی بناء پر مانا تھا تو پھر چاہے کتنا بڑا آدمی اس کے مقابلہ میں کھڑا ہو جائے لازماً وہ شیطان ہوگا۔ ہمیں اس کو دیکھتے ہی لَاحَـــوْل پڑھنا چاہیے اور استغفار کرنا چاہیے اور اسے کہنا چاہیے کہ ہم تجھے شیطان سمجھتے ہیں۔ ہم تو خدا کے ماننے والے ہیں۔ ہمیں خدا نے خوابوں کے ذریعہ یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہاموں کے ذریعہ یا اپنے تازہ معجزات اور نشانات کے ذریعہ یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے ذریعہ ایک صداقت پر قائم کر دیا ہے۔ اب اے شیطان! تیرا ہم میں کوئی حصہ نہیں۔

ہم وہی مانیں گے جو خدا نے ہمیں براہِ راست سمجھایا یا جس کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے الہاموں سے ہمیں دی یا جس کی خبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اور حدیث میں دی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اصل آقا ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے احکام کی تشریح اور دنیا میں ان کی اشاعت کرنے کے لیے آئے ہیں۔ اور ہم پر خوابوں کے ذریعہ جو کچھ ظاہر ہوا ہے یہ خداتعالیٰ کے فضلوں میں سے ایک فضل ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ مومنوں پر خداتعالیٰ کے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔6 پس تیری وجہ سے ہم خداتعالیٰ کی نعمت کو کیوں ٹھوکر ماریں؟ ہم تیری وجہ سے خداتعالیٰ کے نشانوں کو ٹھوکر نہیں ماریں گے بلکہ ہمیشہ انہیں عزت دیں گے اور انہیں اپنے سر اور اپنی آنکھوں پر رکھیں گے۔ تبھی ہم قیامت کے دن خداتعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! تُو نے جو ہمیں خواب دکھایا تھا اُسے ہم نے اپنے سَر اور آنکھوں پر رکھا۔ یا تُو نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہمیں جو کچھ بتایا ہم نے اسے اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا۔ یا تُو نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ ہمیں جو کچھ خبر دی ہم نے اُسے سنا اور اُسے اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا اور کسی بڑے سے بڑے آدمی کے آنے پر بھی ہم نے تیرے نشانوں کو اپنی پیٹھ کے پیچھے نہیں پھینکا، انہیں ٹھوکر نہیں ماری، اُن کی ناقدری نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ ہم نے ان کی قدر کی اور ہمیشہ انہیں اپنے دل میں رکھا، سر پر رکھا اور آنکھوں پر رکھا اور ہم نے اپنی جان دے دی مگر تیری صداقتوں کو ہم نے نہیں چھوڑا۔ چاہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قرآن اور حدیث میں آئی ہوں۔ چاہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ آپ کے الہامات میں آئی ہوں، چاہے فرشتوں کے ذریعہ ہمیں براہِ راست اُن کا علم حاصل ہوا ہو۔

پس جس طرح ہم نے تیری صداقتوں کو دائمی طور پر اپنے ساتھ رکھا ہے تُو بھی اپنے انعامات کو دائمی طور پر ہمارے ساتھ رکھ۔ ہم مرنے اور فنا ہونے والے کمزور اور ناچیز بندوں نے جب تیرے نشانات کی دائمی طور پر قدر کی ہے اور کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی ان کو نہیں چھوڑا تو اے حیّ اور قیوم خدا! اے قادر و مقتدر خدا! کیا تُو ہمیں دائمی طور پر اپنے انعامات سے نہیں نوازے گا اور ہمیں اپنے قُرب میں دائمی حیات نہیں بخشے گا؟ اگر تم

ایسا کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہاری سنے گا اور تمہیں دائمی اور ابدی زندگی دے گا اور اپنے فرشتوں سے کہے گا کہ میرے اس بندے نے میری نعمت کو دائمی طور پر اپنے ساتھ رکھا ہے تم بھی اس کی روح کو دائمی طور پر میری جنت میں میرے پاس رکھو"۔

(الفضل 31/اگست 1956ء)

1: الانفال: 46 تا 48

2: یوسف: 109

3: ترمذی ابواب الدعوات باب ما یقول اذا قام من مجلسه میں "مِائَةُ مَرَّةٍ" کا ذکر ہے۔

4: لسان العرب جلد8 صفحہ 90، 91" لعل" ۔ القاہرہ 2013ء

5: یونس: 3

6: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (حٰمٓ السجدة: 31)